حصّہ دوم

مختصر سوالات کے جوابات

سوال نمبر viii

جواب:

سبق: منظور

مصنف: سعادت حسن منٹو

5

خلاصہ:

"منظور" نامی یہ افسانہ سعادت منٹو کا

ایک بہتر افسانہ ہے۔ کہ جب اختر نامی ایک مریض دل کی بیماری میں مبتلا ہو کر ہسپتال میں داخل ہوا۔ موت و حیات کی کشمکش کے بعد جب وہ ہوش میں آیا تو اپنے دائیں طرف کے بیڈ پر ایک نوعمر لڑکے کو مسکراتے دیکھا۔ دونوں میں تعارف ہوا۔ اور اس لڑکے نے اپنا نام منظور بتایا۔ افسانہ نگار کے مطابق منظور نامی یہ بچہ کافی عرصے سے اس ہسپتال میں داخل تھا۔ فالج جیسے موذی مرض کی وجہ سے اس کا نچلا حصّہ مفلوج ہو چکا تھا۔ وہ اس وارڈ کے جمعدار، نرس، ڈاکٹر سب سے ہنستے، مسکراتے باتیں کرتا تھا۔ اور ڈیوٹی پر مامور لوگوں سے پیار کرتا تھا۔ اس کا والد درزی تھا۔ جو دوپہر کو ملنے آتا تھا۔ اور والدہ شام کو برقع اوڑھے آتی تھی۔ وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اختر کے ساتھ بھی اس کی جلد ہی دوستی ہوگئی۔ وہ اختر کے جلد ٹھیک ہونے کی دُعا بھی کرتا تھا۔ مصنف کہتے ہیں۔ کہ ایک دن اختر کو دل کا شدید دورہ پڑا

اور مرتے مرتے بچا۔ اس نے منظور سے
پوچھا کہ تم نے اللہ سے کیسے دعا کی۔
منظور نے جواب دیا۔ میں اللہ سے ایک
ہی بار دعا کرتا ہوں۔ تو اختر اس
کے اللہ تعالی پر مضبوط یقین کو دیکھ
کر حیران رہ گیا۔ مصنف کہتے ہیں
کہ ایک دن اختر کو اطلاع ملی کہ اسے
کل ہسپتال سے فارغ کر دیا جائے گا۔
تو اس نے ساری رات بے چینی سے
جاگ کر گزاری۔ کیونکہ وہ منظور سے
جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ رات کے
آخری پہر اس کی آنکھ لگ گئی۔ اگلی
صبح ذرا دیر سے جاگا تو اپنے دائیں
طرف منظور کا بیڈ خالی دیکھ کر نرس
سے اس کے بارے میں پوچھا تو نرس
نے جواب دیا۔ کہ منظور تو صبح سویرے
مر چکا تھا۔ یہ سن کر اختر کو بہت
صدمہ ہوا۔ اسے یقین تھا کہ منظور
کی دعا نے اسے بچایا ہے۔ اور
زندگی جینے کا ایک نیا حوصلہ دیا ہے

سوال نمبر: XII

جواب:

نظم: بڑھے چلو

شاعر: اختر شیرانی

مرکزی خیال:

یہ مرکزی خیال نہیں خلاصہ ہے

9

"اس نظم میں شاعر نوجوانوں کا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔ اور انہیں وطن پر اپنا تن، من، دھن قربان کرنے کی تلقین کر رہا ہے کہ ہر طرح کے حالات میں وطن کا دفاع کے لیے تیار رہو۔ وطن کی حفاظت کی راہ میں مشکل حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ وطن کی محبت کے جذبے سے

سرشار ہو کر آگے بڑھو۔ اگر اس
جدوجہد میں زندہ بچ گئے تو غازی
کہلاؤ گے اور اگر مر گئے تو شہادت
کے رتبے پر فائز ہو جاؤ گے۔ شہید
کی جو موت ہے۔ وہ قوم کی حیات ہے۔
وطن کی بقا اور فنا کا دارومدار تم ہی
پر ہے۔ تمہارا دل وطن کے عشق
میں ہر وقت بے چین رہتا ہے۔
اس لیے وطن سے عشق کے اس جذبے
کو کام میں لاؤ اور دشمن کو مٹا دو۔
اے نوجوانوں اٹھو اور اس مقدس
وطن کی حفاظت کی خاطر اپنا سب
کچھ اس پر قربان کر دو۔

VII: سوال نمبر

جواب:

سبق: افسانہ آگ تبہ
شاعر کا نام: غلام عباس

"اخلاقی سبق"

غلام عباس کے افسانے "کتبہ" سے یہ اخلاقی سبق حاصل ہوتا ہے۔ کہ زندگی خواہشات اور تمناؤں کا دوسرا نام ہے۔ ہم ساری عمر اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن موت آ کر ہمارے تمام ارمانوں کو خاک میں ملا دیتی ہے اس لئے انسان کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر سہانے سپنے نہیں دیکھنے چاہیئے۔ اور اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے چاہیں۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ہمیں ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ جن بے شمار نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نوازا ہے۔ اور اپنے نفس پر قابو کرنا چاہیے کیونکہ ساری شر کی جڑ نفس ہے۔ انسان ایک بعد ایک چیز کی خواہش کرنے کے حوس کی وجہ سے جو نعمتیں پہلے سے موجود ہوں

ان سب بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

سوال نمبر ۱:

جواب:

سبق: سُقراط
مصنف کا نام: مہدی افادی

★ سقراط کے مخالفین کے الزامات:

سُقراط کے مخالفین اس پر مندرجہ ذیل الزامات لگاتے ہیں

۱۔ سُقراط ایتھنس کے نوجوانوں کے اخلاق خراب کر رہا ہے۔

② سقراط لڑکوں کو والدین کی اطاعت سے روک رہا ہے۔

③ سُقراط لوگوں میں وطن مخالف جذبات اُبھار رہا ہے۔

★ سُقراط کے لیے تجویز کردہ سزا:

مخالفین کے الزامات کے نتیجے میں سُقراط کو قید کر لیا گیا۔ اور عدالت نے بھی تحقیقات کے بعد سُقراط کو مجرم قرار دیا اور سزائے موت سُنا دی۔ یونان میں اس وقت سزائے موت کے لیے زہر والا پیالہ دیا جاتا تھا۔ چنانچہ سُقراط کو بھی زہر والا پیالہ پیش کیا گیا۔ اس نے بلا تکلف زہر والا پیالہ ہونٹوں سے لگا لیا اور جان دے کر ہمیشہ کے لیے مر گیا۔ بقول شاعر:

اس پیالے میں زہر تھا ہی نہیں
ورنہ سُقراط مر گیا ہوتا۔

سوال نمبر: 7

جواب:

سبق: محسن محلہ
مصنف کا نام: اشفاق احمد

ماسٹر الیاس:

اشفاق احمد کے مطابق ماسٹر صاحب ایک سیدھے سادے انسان تھے۔ انہیں زمانہ کے ساتھ چلنے والا ڈھنگ نہیں آتا تھا۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ ہیرا پھیری نہیں کرتے تھے۔ کبھی مبالغے سے کام نہیں لیتے تھے اور نہ ہی شیخی بگھارتے تھے۔ اس کے علاوہ کبھی کی خوشامد بھی نہیں کرتے تھے۔ وہ اس قدر سیدھے سادے اور بے پیچ شخصیت کے مالک تھے۔ کہ انسان کم ہی لگتے تھے۔

★ دوستی نہ کرنے کی وجوہات:

اشفاق احمد کے مطابق ماسٹر صاحب نہایت سیدھے اور سادے مزاج کے آدمی تھے۔ اوپر سے ان کی اشکل بھی ایسی تھی کہ اسے دیکھ کر لوگوں کے دل میں محبت یا ہمدردی کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی گفتگو میں گرائمر اور علم بیان کی بہت سی غلطیاں ہوتی تھیں۔ اور سننے والا تنگ آکر ان کی محبت چھوڑ دیتا تھا۔ اور وہ اپنی حقیر شخصیت کی وجہ سے سارے محلے اور سوسائٹی پر ایک بوجھ سا لگتے تھے۔

سوال نمبر ۱۷:

جواب:

استاد:

تعریف :

"استدراکی جملے وہ جملے ہیں جس میں عموماً دو جملوں کا آپس میں مقابلہ کیا جاتا ہے اور ایک جملہ دوسرے کی شک کو رفع کرتا ہے۔

مثالیں :

مگر، لیکن، اور، بلکہ، پر، سو وغیرہ۔

استدراکی جملے :

1. وہ عالم نہیں بلکہ جاہل ہے۔
2. وہ دولت مند تو ہے لیکن کنجوس ہے۔
3. وہ دوست تو ہے پر مصیبت کا ساتھی نہیں
4. وہ شریف باپ کا بیٹا ہے مگر انتہائی آوارہ ہے۔

سوال نمبر: ۷۱

جواب:

سبق کا نام: مائیں
مصنف کا نام: احمد ندیم قاسمی

راجہ صاحب کا جواب:

افسانہ "مائیں" میں احمد ندیم قاسمی نے بتایا ہے کہ چونکہ بیگم راجہ اور بیگم خواجہ کا لڑائی جھگڑا سارے محلے میں مشہور تھا۔ اس لیے محلے کے ایک بزرگ نے ایک دن دونوں کے شوہروں کو روک کر کہا کہ آپ بھلے اور شریف لوگ ہیں اپنی بیگمات کو لڑائی جھگڑا سے روکیں۔ پورا محلہ بدنام ہو رہا ہے۔ تو راجہ صاحب نے نہایت ادب سے جواب دیا کہ "یہ عورتوں کے معاملات میں دخل دیتے ہوئے اچھے نہیں لگتے

اور آپ اگر ہماری بیگمات کو
سمجھانے والا کام اپنی بیگم کے ذریعے
کروائیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔
اکھٹے رکھے ہوئے دو برتن بھی ٹکرا
کر بج اٹھتے ہیں۔ یہ دونوں تو ماشاءاللہ
کر جیتی جاگتی عورتیں ہیں۔

سوال نمبر: II

جواب:

عبدالودود قمر کا تعارف:

عبدالودود قمر عمدہ شاعر اور بہترین
نثر نگار تھے۔ اس کے علاوہ آپ
"دائرہ ادبیہ" کے ناظم اعلیٰ اور کرتا
دھرتا بھی تھے۔ مصنف کے مطابق
عبدالودود قمر ضیاء جعفری کے گہرے
اور مخلص دوست تھے۔ اور ان دونوں
کی دوستی سارے شہر میں ضرب المثل

بن چکی تھی۔ مصنف نے یہ بھی بتایا ہے کہ قمر صاحب بہت با اصول اور کھرے انسان تھے۔ اور اپنی سخت مزاجی کے باوجود ضیاء جعفری والے حد احترام کرتے تھے۔

دائرہ ادبیہ کے مصنفین:

اس تنظیم میں نذیر مرزا، مظہر گیلانی، مبارک اجین عاجز، اسیر انور خیالی، مضطر تاتاری، جگر کاظمی اور خالص مکی شامل تھے۔

سوال نمبر III:

جواب:

سبق: ایک وصیت کی تعمیل

مصنف کا نام: مرزا فرحت اللہ بیگ

جلسے میں غلط فہمی:

مشاعرہ شروع ہونے سے پہلے
فرحت اللہ بیگ نے لوگوں کو مصروف
رکھنے کی غرض سے تقریر شروع کی۔
انہوں نے مولوی کریم الدین کا تذکرہ
شروع کیا اور مزاحیہ انداز میں
مولوی صاحب کا پانی پت سے دلی
آنا بیان کیا اور ان کی پھٹی ہوئی
جوتیوں، خاک آلودہ کپڑوں، ان
کی وحشت زدہ شکل اور ان کی مفلسی
کا نقشہ بھی کھینچا۔ لیکن خدا جانے
کیوں مولوی کریم الدین کا احوال
بیان کرنے کے دوران فرحت اللہ بیگ
کے ہاتھ کا اشارہ کی دفعہ مولوی
وحید الدین کی طرف ہو گیا۔ جلسے
میں اس ہاتھ کے اشارے نے کچھ اور
ہی معنی پیدا کر دیے۔ مولوی وحید الدین
بھی مولوی کے والد پانی پت سے
دہلی آئے تھے۔ اور کتابوں کا بیوپار
کرتے تھے۔ نام، علاقے اور کاروبار
میں مشابہت کی وجہ سے جلسے میں

میں موجود لوگ یہ سمجھے کہ شاید
مولوی وحید الدین کے والد تھے۔ اس
کے بعد میں ہر کوئی وحید الدین
سے آکر پوچھتے کہ کیا واقعی وہ
آپ کے والد ہیں ہیں۔ اس سوال کو
مولوی صاحب کبھی ہنس کر ٹال دیتے
تو کبھی غصّہ ہو جاتے۔

سوال نمبر ۱۲:

جواب:

صنعتِ تجنیس:

تعریف:

"کلام میں ایسے الفاظ لانا جو املا کے
لحاظ سے تو ایک جیسے ہوں۔ مگر
دونوں کا مطلب جدا ہو۔ صنعتِ تجنیس
نام کہلاتا ہے۔

مثالیں:

① شانے سے بل نکال دے زلف یار کے
اک مارے زہر کیا چار مار کے

② خط کبوتر کس طرح لے جائے بام یار پر
پر کترنے کو لگی ہیں قینچیاں دیوار پر

③ چمن میں کس نے الٹی نقاب ڈالی آج
جو کھل کھلاتی ہے۔ گل کی ہر ایک ڈالی آج

حصہ سوم

تفصیلی سوالات کے جوابات:

سوال نمبر: 3

پارٹ (الف)

جواب:

حوالہ متن:

تشریح طلب اقتباس "خواجہ حسن نظامی"

سبق: فاقہ میں روزہ

ساق و سباق:

"فاقہ میں روزہ" میں خواجہ حسن نظامی
نے بہادر شاہ ظفر کے ایک کنبہ کا
دردناک قصہ قلم بند کیا ہے۔ جب

غدر کی مصیبت آئی تو اس نے
شاہی خاندان کو خاک چاٹنے پر
مجبور کیا۔ شاہی خاندان کا ایک
فرد مرزا شہ زور جس نے خوشحالی
کا زمانہ دیکھا تھا۔ اور جب بدحالی
کا زمانہ دیکھا تو خون کے آنسو رویا۔
اپنی والدہ، کمسن بہن اور بیوی کے
ساتھ دردر کی خاک چھانتا رہا، محنت
مزدوری کرتا رہا۔ اور بھوک اور فاقہ
میں روزہ رکھنے پر بھی مجبور ہوا۔

تشریح

یہ اقتباس ایک شہزادے کی حالت
زار بیان کرتا ہے۔ جو ساری عمر آرام
و آسائش میں رہی مگر 1857 کے
غدر کے بعد مصیبتوں اور فاقے کا شکار
ہوگئی۔ وہ صدمات برداشت نہ کر سکی
گھر والوں نے اس کا کفن دفن
کر کے اسے غریبوں کے قبرستان
میں دفن کر دیا۔ اس اقتباس سے

دنیا کی ناپئداری اور وقت کی بے رحمی کا احساس ہوا۔

سوال نمبر: 4

پارٹ (الف)

جواب:

حوالہ متن:

تشریح طلب اشعار "علامہ اقبال"

نظم: جواب شکوہ

تشریح:

آج کل مسلمانوں کی حالت تو یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں میں دم

نہیں۔ وہ ان کے دل و ذہن سے بھی جانے
کے عادی ہیں۔ یہ امتی کو پیغمبرِ پاک ؐ
کے لیے باعث عزت نہیں بلکہ
باعث رسوائی ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد
جو بت توڑنے والے تھے وہ سب
کے سب اس جہاں سے چلے گئے
ہیں۔ اب جو لوگ بھی باقی ہیں۔
وہ لو بت توڑنے والے نہیں
بلکہ بت تراش والے تھے۔ ان کا
باپ حضرت ابراہیم ؑ کے بیٹے
نہیں لگتے تھے۔ بلکہ یہ تو آذر کے
بیٹے ہیں۔ جو بت پرست تھا۔
بت گر تھا اور بت فروش تھا۔
گویا شراب پینے والے بھی نئے
شراب بھی نئی اور مٹکے بھی نئے
کعبے والا حرم بھی نیا، بت بھی نئے
اور تم بھی نئے (مراد یہ کہ اسلامی
تعلیمات اور اسلامی کردار کی کوئی
چیز باقی نہیں رہی، پورا کارخانہ
ہی بدل گیا، تمہاری خصلتیں، تمہارے
شیوے، تمہارے طریقے، تمہارا
نصب العین، ان میں اب کوئی چیز
بھی اسلامی نہیں)

سوال نمبر: 5

"میرا پسندیدہ مشغلہ"

تکرار نہیں
تبسم لکھا

7

اللہ تعالیٰ نے انسان کی مختلف طبیعتیں
اور مزاج بنائے ہیں یہی وجہ ہے
کہ ہر شخص کا خیال اور نظریہ
دوسرے شخص کے خیال اور نظریے
سے ایکسر علیحدہ اور جُدا ہوتا ہے۔
یہی اصول کو پیش نظر رکھ کر کہا
جا سکتا ہے کہ ہر انسان کا پسندیدہ
مشغلہ بھی اپنا اپنا ہوتا ہے اور
ہر شخص اپنی عمر اور مزاج کے
مطابق اپنے مشغلے کا انتخاب کرتا
ہے۔ کوئی ڈاک ٹکٹ جمع کرنے

وا وا خواہش مند ہوتا ہے۔ تو
کوئی پرانے سکے جمع کرتا ہے،
کوئی باغبانی کرتا ہے۔ تو کوئی مختلف
اور نادر و نایاب پتھر جمع کرتا ہے۔
میرا پسندیدہ مشغلہ اچھی اور معیاری
کتب وا مطالعہ ہے۔ میں ماہانہ
جیب خرچ سے رقم وا کچھ حصہ پس
انداز کرتا ہوں۔ اور اس سے
ایک کتاب خرید لیتا ہوں۔ اس
وا باقاعدگی سے مطالعہ کرتا ہوں۔
جو جو لغات اور مشکل الفاظ میری
سمجھ سے بالا تر ہوں۔ وہ میں
اپنی ذاتی لائبریری بنا رکھی ہے۔
جس میں اب بے شمار کتب موجود
ہیں کچھ کتابیں مجھے میرے دوستوں
نے عنایت کی ہیں اور کچھ کتابیں
میرے چچا جان نے مجھے کراچی
سے بھیجی ہیں۔ انہیں میرے ~~دوستوں~~
اس شوق وا اچھی طرح علم ہے۔
اس لیے وہ مجھے ہر مہینے باقاعدگی
سے اچھی اور معیاری کتابیں بھیجتا
ہے۔ یقیناً کتابوں کے معاملے میں

اُن کا ذوق بہت ہی اچھا اور زبردست
ہے۔ اُس نے مجھے ہر قسم کی
کتابیں بھیجی ہیں۔ اِن میں جدید
سائنسی کتابیں بھی ہیں۔ اچھا اور زبردست
ہے۔ اُس نے مجھے ہر قسم کی کتابیں
بھیجی ہیں۔ اِن میں جدید سائنسی کتابیں
بھی ہیں۔ اور تاریخی، اصلاحی، معاشرتی،
جغرافیائی، مذہبی اور اخلاقی کتب بھی
موجود ہیں۔ اِس طرح اب میری لائبریری
میں ہر شعبے سے متعلق کتابوں کا
کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے۔ میری
طبیعت اور میرا مزاج کچھ اِس قسم کا
کا بن گیا ہے۔ کہ جب میں کوئی کتاب
خرید لیتا ہوں تو جب تک اُس کا مطالعہ ختم
نہیں کرتا مجھے چین اور آرام نہیں ملتا۔
اِس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ میری معلومات
کا ذخیرہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ سکول میں تمام
طلباء مجھے چلتی پھرتی ڈکشنری کے نام سے
پکارتے ہیں۔ او الوقت ضرورت پر طالب
علم مجھ سے استفادہ کرتا ہے۔ خاص کر
تاریخ کے متعلق میری معلومات بہت

زیادہ ہیں۔ میں نے بے شمار تاریخی
کتابیں پڑھی ہیں۔ جن سے مجھے اپنے آباؤ
اجداد کے کارناموں اور ان کی عظمتوں
کا علم ہوا ہے۔ مطالعہ کتب ایک اچھا اور
مفید مشغلہ ہے۔ اس مشغلے سے نہ صرف
انسان کی اپنی ذات مستفید ہوتی ہے۔ بلکہ
دوسرے لوگوں کو بھی اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔